51

خُدا تعالیٰ کے نزدیک بڑائی کا معیار تقویٰ ہے

فرمودہ ۱۶ / مارچ ۱۹۱۷ء

تشہّد وتعوّذ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی :-

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ؕ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ؕ○ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ○ (البروج:۱۱، ۱۲)

اور فرمایا:-

انسان فخر اور بڑائی کے عیب میں جب مبتلا ہو جاتا ہے تو بہت سے گناہ اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے دوسروں کی عیب چینی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ انسان جو عیب چین ہو اور کسی مومن کو فتنہ میں ڈالے پسند نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو انعامات خُدا تعالیٰ بندوں کو دیتا ہے۔ وہ محض اپنے فضل اور احسان سے ہی دیتا ہے۔ دیکھو ایک نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے کی طاقت کہاں سے ملی ہے۔ ظاہر ہے خدا تعالیٰ سے۔ انسان کی آنکھیں ہیں۔ اس کا دل ہے۔ انگلیاں ہیں۔ غرض جتنے وہ اعضاء ہیں جن کو انسان عبادت میں لگاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور انعام ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ سے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جس طرح کسی کو کوئی کچھ چیزیں دے اور کہدے کہ تم ہماری ان دی ہوئی چیزوں کو خرچ کرو۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اب جب وہ ان سے فائدہ اٹھائے گا تو اس کا دینے والے پر کوئی احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ دینے والے کا اس پر احسان ہوگا۔ اسی طرح انسان جب خدا تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کو اسی کی راہ میں صَرف کر کے انعام حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس انعام کا نام جزاء رکھتا ہے۔ جو کہ اس کا احسان اور محض بندہ نوازی اور اپنے غلاموں کی قدر افزائی ہے کہ اس کا نام جزا رکھتا ہے۔ کیونکہ ہماری اپنی تو کوئی چیز نہیں۔ ہر ایک چیز اسی کی دی ہوئی ہے۔

غرض جس قدر نیکیاں ہیں۔ وہ سب درحقیقت خدا تعالیٰ کا احسان ہیں۔ انسان کی ہنرمندی کا ان میں کچھ بھی دخل نہیں لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ ان کا نام جزا رکھتا ہے۔ جو صرف قدر افزائی اور مزید احسان کرنے کے لئے ہے۔

بعض لوگوں کا بعض پر کسی قسم کا حق ہوتا ہے۔ جس کے لینے کے وہ اس لئے حقدار ہوتے ہیں کہ انہوں نے فی الواقعہ ان کا کوئی کام کیا ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ جو انسان کے کاموں کا اجر دیتا ہے۔ وہ اس لئے نہیں دیتا کہ انسان اس کا کوئی کام کرتا ہے۔ بلکہ وہ صرف اس لئے انسان کا حق کہلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اوپر اُس کو مقرر کر لیا ہے۔ اور خود اس کا نام حق رکھ دیا ہے۔ ورنہ بندہ کا خدا تعالیٰ پر کیا حق ہے۔ اگر کوئی انسان فرائض بھی ادا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا کوئی کام نہیں کرتا کیونکہ وہ سب طاقتیں جن کے ذریعہ فرائض کو پورا کرتا ہے انسان کو خُدا ہی کی دی ہُوئی ہیں۔ پس فرائض کے ادا کرنے میں جو اجر خدا تعالیٰ دیتا ہے اگرچہ وہ اس کا نام جزا رکھتا ہے لیکن دراصل وہ بھی اس کا احسان اور انعام ہی ہے۔

غرض انسان کو جو اجر بھی ملتا ہے وہ سب خُدا کی طرف سے انعام اور احسان ہوتا ہے اگر کوئی انسان اس پر بے جا فخر کرے اور دوسروں پر جن کو وہ چیز نہیں ملی ہوتی ہنسی اور ٹھٹھا کرے تو پھر اس سے بھی وہ چھین لی جاتی ہے۔ دیکھو ایک بچہ کو کوئی مٹھائی یا کوئی اور ایسی چیز دی جائے جس کا دوسرے بیمار بچے کو دینا مناسب نہ ہو۔ اور وہ بچہ اس بیمار کے پاس جائے اور اس کو وہ چیز دکھا دکھا کر چڑائے اور رُلائے تو ماں باپ ہرگز یہ پسند نہیں کریں گے کہ اس کے پاس وہ چیز رہنے دیں۔ بلکہ اس سے فوراً چھین لیں گے۔ تا کہ دوسرے بچہ کو تنگ نہ کرے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو خدا تعالیٰ نے کوئی درجہ یا مرتبہ دیا ہو۔ یا کوئی اور انعام اس پر کیا ہو۔ اور وہ اس پر فخر کر کے اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق کو چڑائے اور ان کی تذلیل و تحقیر کرے تو خداوند کریم بھی جو اپنی مخلوق کے ساتھ ماں باپ سے بھی کہیں زیادہ محبّت اور پیار رکھتا ہے اس سے اپنے انعام واپس لے لیتا ہے تا کہ وہ اس کی مخلوق کی تحقیر نہ کر سکے۔

اس مُلک ہندوستان میں بڑے بڑے گھرانے ایسے گذرے ہیں جو اپنے رتبہ اور درجہ کے گھمنڈ میں یا خدا تعالیٰ کے کسی اور انعام کے حاصل ہونے کی وجہ سے دوسروں کی تذلیل اور تحقیر کرتے تھے۔ مگر آج کوئی جا کر دیکھے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اور انقلاب زمانہ کے ایسے چکّر میں پڑے اور ایسے ذلیل ہوئے کہ اب ان کی اولاد کو کوئی جانتا تک نہیں اس کے مقابلہ میں وہ جن کی تحقیر اور تذلیل کیا کرتے تھے ان کو خداوند تعالیٰ نے بہت بڑا اور اُونچا کر دیا۔ ہنسی کرنے اور دوسروں کو تحقیر کی نظر سے دیکھنے والے چھوٹے ہو گئے اور جن پر ہنسی کی گئی وہ بڑے اور

معزز ہو گئے۔ کیونکہ عزّت اور بڑائی کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ ایک ہی قوم کے لوگوں کے پاس رہنے والی ہو۔ بلکہ سائے کی طرح پھرتی رہتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ آج ایک شخص معزز ہے مگر کل ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور کل ایک ذلیل تھا۔ مگر آج اس کو خداوند تعالیٰ نے معزز بنا دیا ہے۔

دیکھو یہی ساہنسی جو آج کل مارے مارے پھرتے ہیں اور جن کی عورتیں اور بچے ہر جمعہ کو اس مسجد کے دروازوں پر تم سے بھیک مانگتے ہوئے تمہارے لئے عبرت کا نمونہ بن کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق پُرانی روایات سے ثابت ہے کہ ہندوؤں کے آنے سے پیشتر اس ملک کے یہی مالک اور بادشاہ تھے۔ جب ان کی حکومت ہوتی تھی تو یہ بھی کسی قوم سے نفرت کرتے اور اسے حقیر سمجھتے اور نیچ ذات بتاتے ہوں گے۔ مگر آج جو ان کی حالت ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ کیا تم جس شخص کو ادنیٰ سے ادنیٰ بھی خیال کر سکتے ہو وہ گوارا کرے گا کہ ان کو لڑکی دینا تو الگ رہا ان کی لڑکی لے۔ اسی قسم کی اور کئی قومیں ہیں۔ مثلاً نٹ وغیرہ۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ اس ملک کے بادشاہ تھے۔ اپنی حکومت وسلطنت پر فخر کرتے تھے۔ اپنے زیر دستوں کو ذلیل وحقیر سمجھتے تھے۔ لیکن اب دیکھو۔ دنیا ان کو کیا سمجھتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فخر کرنے اور دوسرے کو ذلیل سمجھنے سے سخت ناراض ہو جاتا ہے اور وہ باتیں جن کے باعث کوئی قوم یا کوئی انسان دوسروں کو تنگ کرنے اور ذلیل کرنے کے لئے فخر کرے۔ چھین لیتا ہے اور پھر ایسے رنگ میں سزا دیتا ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

جہاں خُدا تعالیٰ کی مخلوق کو حقیر کرنے کے لئے فخر کرنا خطرناک اور نہایت بُری بات ہے وہاں تکبّر اور عیب چینی بھی نہایت ہی بُرے افعال ہیں۔ کیونکہ ان سے فتنے بڑھتے ہیں۔ دیکھو مذہبی تاریخ میں سب سے پہلا گناہ اَبا و استکبار ہی ہے۔ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ (البقرہ:۳۵) خُدا تعالیٰ نے ایک کو بلند کیا۔ اور دوسرے کو کہا کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ مگر اس نے انکار اور تکبّر کیا اس لئے وہ کافر یعنی ناشکرا ہو گیا۔ حالانکہ اس کو شرم کرنی چاہئیے تھی۔ اور سوچنا چاہئیے تھا کہ اگر مجھ کو کوئی رتبہ حاصل ہے تو وہ کس نے دیا ہے۔ اسی نے جواب اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دے رہا ہے۔ پھر اُسے دیکھنا چاہئیے تھا کہ یہ رتبہ مجھے کسی اپنی محنت اور کوشش سے حاصل نہیں ہؤا۔ بلکہ خُدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور احسان کے طور پر دیا ہے۔ پھر مَیں کون ہُوں۔ جو اس رتبہ کے باعث دوسرے کو اپنے سے کم تر سمجھوں اور اس کی اطاعت سے انکار کر دوں جس کی نسبت خُدا تعالیٰ حکم دے رہا ہے مگر اس نے اباء و استکبار سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نِکلا کہ خُدا نے اُسے ذلیل اور خوار کر دیا۔ اس نے اپنے تئیں آدمؑ کے مقابلہ میں بڑا جانا اس لئے ذلیل کیا گیا۔ اس نے آدمؑ کو حقیر سمجھا۔ مگر خُدا نے اُسے بلند کر دیا۔

پس استکبار سے بہت بچنا چاہیئے۔ دیکھو جب ابلیس نے تکبّر کیا اور کہا انا خیر منه (صٓ:۷۷) کہ مَیں اس آدم سے بہتر ہوں تو خُدا تعالیٰ نے اس سے وہ بزرگی جس کے باعث اس نے یہ دعویٰ کیا تھا چھین لی۔ اور ہر ایک اس طرح کرنے والے سے خُدا تعالیٰ یہی سلوک کرتا ہے؟ کیوں؟ اس لئے کہ تکبّر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں پر تکبّر کا اظہار کیا جاتا ہے وہ فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور کسی کو فتنہ میں ڈالنے والے انسان پر خُدا تعالیٰ بڑی سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ○

کہ جن لوگوں نے مسلمان مَردوں اور عورتوں کو فتنہ میں ڈالا ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے۔

پس یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ بہت بڑی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ایسا سخت عذاب بیان فرماتا ہے۔ لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ایسی باتوں کو معمولی اور چھوٹا خیال کرتے ہیں۔

لیکن جو لوگ دوسروں کی عیب چینیاں کرتے ہیں۔ ان کی ابتداء ابلیسؔ سے ہے۔ اور انتہا جہنم ہے۔ پس جس کی وجہ سے کوئی شخص فتنہ میں پڑتا ہے وہ جہنم کا وارث بنتا ہے۔ مگر کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو شراب پینے اور چوری کرنے والوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ مگر جب کوئی عیب چینی کرے دوسروں کو ذلیل جانے اور ان پر اپنا فخر جتائے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ بڑا آدمی ہے۔ پھر ہنسی ہنسی میں دوسروں کو کمینہ اور رذیل وغیرہ کہہ دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ نہایت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ○

پس یہ جُرم کوئی معمولی اور چھوٹا جرم نہیں۔ بلکہ بہت بڑا ہے اور انسان کو کافر اور جہنمی بنا دیتا ہے۔

پھر اگر کوئی کہے کہ مَیں فلاں ذات کا آدمی ہُوں جو بڑی معزز ہے۔ اور دوسرا رذیل قوم کا ہے اور اس طرح اس کی تحقیر کرے تو یہ محض جہالت اور نادانی ہے اگر کوئی خدا تعالیٰ کی نعمت کے شکریّہ کے طور پر کہے تو اور بات ہے۔ ورنہ جو دوسروں کو حقیر سمجھ کر کہتا ہے کہ ہم مغل یا پٹھان یا سیّد ہیں۔ اور تم فلاں ذات کے ہو۔ جو رذیل ہے تو اس کا یہ فعل نہایت لغو اور بے ہودہ ہے۔ اس طریق سے اپنی ذات پر فخر کرنا میری سمجھ میں تو کبھی نہیں آیا۔ کیونکہ ذاتوں کی حفاظت کا صحیح ثبوت کوئی نہیں دے سکتا۔ بلکہ

تھوڑے تھوڑے عرصہ اور قریب قریب کے زمانہ کے بعد ہی فرق پڑ جاتا ہے۔ مثلاً ایک خاندان سیّد یا مغل یا پٹھان ہے۔ مگر افلاس نے اُسے مجبُور کر دیا ہے کہ موچی کا کام کرے۔ اور وہ یہ کام کرنے لگ گیا ہے۔ اب جب دو تین پُشتیں اس کام پر اس کی گذر جائیں گی تو سب لوگ انہیں موچی ہی کہنا شروع کر دیں گے۔ اور بعض دفعہ تو وہ لوگ خود بھی نہیں جانتے کہ ہم اصل میں کون تھے۔ لیکن اگر جانتے بھی ہوں اور وہ کہیں کہ ہم فلاں قوم سے ہیں تو پھر کوئی ان کی بات کو باور نہیں کرتا۔

یہ ہندوستان میں ہی ایک نہایت نامعقول رواج ہے کہ پیشوں سے ذاتوں کی تشخیص کی جاتی ہے اس طرح بعض لوگوں کی ذاتیں تو پیشہ کے سبب سے مٹ جاتی ہیں۔ اور بعض خاص فوائد کے ماتحت اپنی ذاتوں کو بدل لیتے ہیں۔ ابتداء میں گو لوگ انہیں جانتے ہیں مگر کچھ پشتوں کے بعد کوئی جانتا بھی نہیں کہ یہ لوگ اصل میں کون تھے۔ پس اگر کوئی موچی کا کام کرتا ہے تو فی الواقعہ وہ موچی اور رذیل قوم سے نہیں ہے۔ اسی طرح آج جو سیّد یا مغل یا پٹھان کہلاتا ہے۔ وہ قسم کھا کر نہیں کہہ سکتا کہ فی الواقعہ وہ سیّد یا مغل یا پٹھان ہی ہے۔

جب حالت یہ ہے تو پھر حیرت ہے کہ کوئی کسی پر آوازہ کسے۔ اور کہے کہ دیکھو جی فلاں موچی تھا۔ آج سیّد بن بیٹھا ہے۔ یا فلاں جولاہا تھا آج پٹھان بن گیا ہے مَیں پُوچھتا ہوں کہ اس طرح کہنے والے کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نسب کو چھپاتا ہے وہ جہنمی ہے۔ اب اگر کسی شخص نے فی الواقعہ اپنے نسب کو چھپایا ہے۔ اور کچھ اور ظاہر کرتا ہے تو وہ خود گنہگار رہے۔ اس کی سزا وہ خود پائے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ جس کے جھوٹا ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو پھر تمہارے کہنے سے اس کو جو ابتلاء آئے گا اس کے نتیجہ میں تمہارے لئے بھی جہنم ہے۔ کیونکہ تم اس کے ابتلاء کا موجب بنے ہو۔

اصل بات تو یہ ہے کہ پیشوں کا قومیّت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ تمام ناجائز طریقوں سے کچھ حاصل کرنے کی نسبت ہر ایک پیشہ اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ پس جو شخص کوئی ایسا پیشہ اختیار کرتا ہے جو شرعاً ممنوع نہیں۔ اس سے اس کی ذات میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو افغان اپنے ملک میں سب کام کرتے ہیں۔ کوئی جوتا بناتا ہے۔ کوئی کپڑا بُنتا ہے لیکن اس سے ان کی ذات میں کوئی نقص نہیں آتا۔ اور سب کو پٹھان ہی کہتے ہیں۔ یہی حال یورپ کا ہے۔ پس جب وہاں ان پیشوں کے کرنے سے ان لوگوں کی ذات میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا تو پھر ہندوستان میں یہ نقص کیوں گِنا جائے اور پیشوں کی وجہ سے لوگوں کی قومیت سے جو وہ بتائیں کیوں انکار کیا جائے۔ یہ کمال جہالت اور نادانی کی علامت ہے کہ کسی کے نسب پر اس لئے طعن کیا جائے کہ اس کا یا اس کے خاندان کا کسی پیشہ سے تعلق ہے۔ اگر کوئی اپنے نسب کو چھپاتا ہے تو وہ ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے لیکن اگر وہ

درست کہتا ہے۔اوراس کے پیشہ کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا جاتا تو یہ بہت بُری بات ہے۔دیکھو چوری کرنا ایک گناہ ہے۔شراب پینااور بیچناایک ذلیل کام ہےاوراس لئے ذلیل ہے کہ شریعت نے اس کوگناہ قرار دیا ہے۔لیکن رزق حلال کمانا گناہ نہیں۔پھر وہ طریقہ کسب معاش جو اسکے کمانے کے لئے اختیار کیا جائے۔کیسے ذلیل کہا جاسکتا ہے۔

پس یہ لغواور بے ہودہ بات کہنے کا کیا فائدہ کہ فلاں سیّد بن گیااورفلاں پٹھان بن گیا۔کسی کا اس سے کیا تعلق ہے۔اگراس نے اپنے نسب کو بدلاتو ایک گناہ کیا جس کا جواب دِہ وہ خود ہوگا۔دوسروں کا اس نے کیا بگاڑا ہے کہ اس کے لئے ابتلاء کا موجب بنتے ہیں۔ہندوستان میں قریشیوں،اور پٹھانوں اورمغلوں کا آنا بحیثیت سپاہی کے تھا۔لیکن جب زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے ان میں سے بعض خاندانوں کی حالت خراب ہوگئ تو انہوں نے کوئی پیشہ اختیارکرلیا۔تو کیاوہ یہ ذلّت گوارا کرتے کہ سیّد یا مغل یا پٹھان ہوکر بھیک مانگتے پھرتے۔اوراس طرح ان کی عزّت ہی رہتی۔لیکن چونکہ انہوں نے بھیک مانگنےاوردوسروں کے دستِ نگر ہونے کی بجائے کوئی پیشہ اختیار کرلیا اسلئے ذلیل ہوگئے۔گویا جب انہوں نے حلال معاش کا طریق اختیار کیا تو ذلیل ٹھہر گئے۔حالانکہ ذلّت اس میں تھی کہ وہ بھیک مانگتے۔اوراپنے نسبوں کو لئے پھرتے۔مگراس میں کوئی ذلّت نہیں کہ انہوں نے دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کی ذلّت کوگوارہ نہ کیا بلکہ حلال طریق سے کسب معاش کی۔

کتنی حیرانی کی بات ہے کہ وہ لوگ اس لئے ذلیل ہو گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کسب معاش کے لئے موچی۔جولاہے کا پیشہ اختیار کیا۔یہ ایک بیہودہ بات ہے کہ کسی کوکسی حلال پیشہ کے اختیارکرنے کی وجہ سے ذلیل سمجھا جائے۔اورکہا جائے کہ وہ سیّد نہیں رہا یا وہ پٹھان نہیں رہا یا مغل نہیں رہا۔

حضرت صاحب نے کشتی نوح میں لکھا ہے کہ جو دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے وہ میری جماعت سے نہیں۔

میرے پاس آج ہی ایک خط آیا ہے جس کے لکھنے والا شکایت کرتا ہے کہ قادیان کی جماعت احمدیّت کی صداقت کا نمونہ ہے۔مگر جب ہم بازار میں گذرے۔تو طنزاً کہا گیا کہ یہ سیّد آ گئے ہیں۔یہ تو ان کی غلطی ہے کہ سارے لوگوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔صرف چند آدمی ایسے ہیں جن میں کمزوری کی علامات پائی جاتی ہیں۔اس لئے ایسے لوگوں پر سب کو قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔اورایک دو کے ایسا کہہ دینے سے یہاں کی ساری جماعت کو بُرا خیال کرنا غلطی اور ایمان کی کمزوری کی علامت ہے مگر پھر بھی جنہوں نے یہ کہا ہے وہ یاد رکھیں کہ خُدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو مومنوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔دوزخ کی بشارت دیتا ہے۔پس دوزخ ان کے لئے مُنہ کھولے ہُوئے تیار ہے اس میں

ڈالے جائیں گے اور وہاں ان کو پیپ اور کھولتا ہؤا پانی ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص معزّز نہیں مگر وہی جو متقی ہو۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت صاحب نے بھی بعض پیشہ کے لوگوں کے متعلق لکھا ہے۔ تو اس کو معلوم ہو کہ آپ نے کسی پر طعن نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ان میں سے مامور نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دنیاوی لحاظ سے لوگ اس پر طعن کر سکتے ہیں۔ ہاں وہ ولی اور خُدا کا دوست ہوسکتا ہے یہ ایسی ہی بات ہے جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کے فتنہ کا خیال نہ ہوتا تو مَیں موجودہ کعبہ کو مسمار کر کے اس کی اصل حدود پر قائم کر دیتا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے یہ لکھنے کا یہی مطلب ہے۔ کہ اگر خُدا ان کو مامور کرے تو لوگ طعن کریں گے۔ ہاں وہ درجہ ولایت پا سکتے ہیں۔ جب وہ ولی اور خُدا کے دوست ہو سکتے ہیں تو پھر وہ ذلیل کیونکر ہوئے۔ کیا اللہ کے دوست بھی حقیر اور ذلیل ہو سکتے ہیں۔

وہ لوگ اللہ کا خوف کریں جو لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ خُدا جس کو چاہتا ہے معزّز کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے۔ سیّد یا پٹھان یا مغل ہونا خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکے گا۔ جیسا کہ یہودیوں کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ کی نسل سے ہونا ذلّت اور رُسوائی سے نہیں بچا سکا۔ خدا کی گرفت سے متقی اور پرہیز گار لوگوں کے لئے رستگاری ہے۔ خواہ وہ کسی قوم کے ہوں۔ پس وہ لوگ جو دوسروں کے لئے فتنہ اور ابتلاء کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ جہنم کی آگ سے ڈریں۔ کیونکہ خُدا تعالیٰ نے ان کے لئے یہی سزا مقرر فرمائی ہے۔

اگر کوئی کسی کی قومیّت پر اُسے ذلیل کرنے کے لئے حملہ کرتا ہے تو خُدا تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اور کوئی کسی کے کہنے سے ذلیل نہیں ہوجاتا۔ ذلیل وہی ہے جو خُدا کی نظر میں ذلیل ہو۔

پس اپنی زبان کو تھام لو۔ تمہیں کسی کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ کس قوم میں سے ہے۔ پھر جھوٹی بات کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع مت کرو۔ اپنی گفتار کو درست کرو کہ خُدا کے انعام کے وارث بنو۔ آمین ثم آمین۔

(الفضل ۲۴/ مارچ ۱۹۱۷ء)